شاہانِ عبّاسیہ کی عدل گستری

(از مولوی محمد سلیمان صاحب صدیقی لہنیاوی متعلم رحمانیہ)

جب سرزمین عرب اور خطہ غیرذی زرع میں محبوب ربانی سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو خلافت و امامت کا ایک باغ لگایا گیا۔ جس کی آبیاری حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے ایک زمانہ تک کی اس کے بعد گردش ایام و نیرنگی زمانہ سے ایک دوسرا دور شروع ہوا جس میں خلافت اپنے بہترین و بیش بہا لباس سے نکلکر شہنشاہیت کے لباس سے آراستہ ہوگئی اور اس کی باگ ڈور بنی امیہ کے دست تصرف کی منت پذیر بن گئی۔ اس کے بعد زمانہ کی بوقلمونیوں سے ایک تیسرے دور کی ابتدا ہوئی جس میں عنان سلطنت بنی امیہ کے ہاتھوں سے نکلکر بنی عباسیہ کے کف دست کی زینت بن گئی۔ اس کے بعد اس خاندان کے بہت سے افراد نسلاً بعد نسل تخت سلطنت پر متمکن ہوتے رہے اور امور مملکت کو انجام دیتے رہے۔ میں اس وقت ان کی اُن کل حالتوں سے جو دوران حکمرانی میں ظہور پذیر ہوئیں قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک حالت یعنی حالت عدل کو مختصراً ہدیۂ ناظرین کرام کرتا ہوں۔

ابو العباس سفاح بنو عباس کا سب سے پہلا تاجدار ہے اس نے جو عدل گستری و عدل پروری کی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ عبد اللہ بن حسن سفاح کے پاس آئے اور اس وقت اس کی مجلس بنی ہاشم اور معززین و شرفا سے پُر تھی اور اس کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا عبد اللہ نے کہا اے امیر المومنین جو کچھ قرآن میں ہمارا حق مقرر کیا گیا ہے وہ ہمیں عطا کیا جائے سفاح نے اس کا جواب ایسے الفاظ کے ساتھ دیا جو عدل و انصاف سے مزین ہیں اور اس کے جذبۂ عدل پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ کہا کہ آپ کے جد امجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس امت میں مجھ سے لاکھ درجہ اچھے تھے اور ان کے بعد ان جیسا عدل خلیفہ بھی بہت کم ہوا ہے انھوں نے آپ کے دادا حسین و حسن رضی اللہ عنہما کو جو آپ سے ہزار درجہ بہتر تھے بہت ہی قلیل رقم عطا فرمائی تھی اس لئے مجھ پر بھی یہی واجب ہے کہ میں بھی آپ کو اتنا ہی دوں جتنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادوں کو عطا فرمایا تھا بس اگر میں اتنا ہی دوں تو انصاف ہے اور اگر زیادہ دوں تو آپ زیادہ کے مستحق نہیں ہیں۔ عبد اللہ بن حسن نے یہ سنکر کچھ جواب نہیں دیا مگر لوگ سفاح کی اس حاضر جوابی کو جو سراسر عدل انصاف سے مملو ہے سنکر دنگ رہ گئے۔

اس کے بعد منصور کے سر پر تاج سلطنت رکھا جاتا ہے۔ منصور نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جو خطبہ عرفہ کے روز دیا تھا اس سے اس کی عدل گستری پر کافی روشنی پڑتی ہے چنانچہ خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ میں زمین پر نائب خدا اس لئے بنایا گیا ہوں کہ خدا کی توفیق اور اس کی ہدایت سے رعایا پروری کروں اور خدا نے اپنے خزانہ کا امانت دار اور محافظ اس لئے بنایا ہے کہ میں اس کو خداوند تعالیٰ کے ارادہ سے تقسیم اور اس کے حکم سے عطیات کروں مجھے خداوند تعالیٰ نے خزانہ کا قفل بنایا ہے جب کبھی مجھے کھولیگا تو تمہاری عطیات کے لئے اور جب چاہیگا بند رکھیگا لوگو تمہیں چاہئے کہ اللہ جل شانہٗ

کی طرف مائل ہو جاؤ اور اس شریف و مبارک عرفہ کے دن اس خداوند جل و علیٰ سے کہ جس نے اپنے فضل سے اس مبارک دن میں تمہارے دین کے اتمام و اکمال کا انہیں الفاظ اعلان فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا دعا کرو کہ وہ مجھے راہ صواب اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور تمہارے ساتھ نرمی و احسان کرنا سکھلائے اور عدل و انصاف کے ساتھ تمہیں مجھ سے عطیات و وظائف دلایا کرے کیونکہ وہ سمیع اور مجیب ہے ایک مرتبہ منصور نے دربار میں کہا کہ سلطنت کے لئے چار قسم کے آدمیوں کی سخت ضرورت ہے اور وہی دراصل حکومت کے ارکان ہیں لوگوں نے تفصیل دریافت کی تو کہا کہ ایک قاضی جو بلا زور رعایت اور بلا خوفِ ملامت محض حق کو پیش نظر رکھکر عدل کے ساتھ فیصلے کرے۔ دوسرا پولیس کا آدمی جو کمزور پر قوی کا ہاتھ نہ بڑھنے دے۔ تیسرا خراج وصول کرنیوالا جو رعایا سے نرمی و ایمانداری کے ساتھ تحصیل کرے اور ان کو تکلیف نہ دے۔ ویچوتھا ہائے چوتھا یہ کہکر اپنی انگلی دانتوں سے کاٹنے لگا لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ دیانت دار پرچہ نویس جو ان سب کی خبریں بے کم وکاست خلیفہ کو لکھتا رہے۔

ایک مرتبہ منصور نے سوار بن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ جو مقدمہ تمہارے یہاں زمین کے متعلق سائیس اور سوداگر کا پیش ہے اس کو سائیس کے حق میں فیصلہ دینا سوار بن عبداللہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرے یہاں گواہ جو گذرے ہیں وہ تاجر کی تائید میں ہیں اور میں شہادت کے خلاف کس طرح فیصلہ کر سکتا ہوں پھر منصور نے لکھا کہ واللہ تمہیں فیصلہ سائیس کے حق میں کرنا ہوگا۔ اس کے جواب میں قاضی نے لکھا کہ واللہ میں فیصلہ سوداگر کے حق میں دونگا جب یہ آخری جواب منصور کے پاس آیا تو منصور نے کہا واللہ میں نے زمین کو عدل سے بھر دیا کیونکہ میرے قاضی عدل و انصاف کے مقابلہ میں میرے قول کو ٹھکرا دیتے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور کرۂ ارض پر عدل و انصاف کی شعاع افگنی کے لئے اپنے قضاۃ کا امتحان لیا کرتا تھا اور جو قاضی امیر و غریب حاکم و محکوم راعی و رعایا ذی ثروت و حشمت مفلوک الحال و گداگر سبھوں پر عدل کو یکساں قائم کرتا تھا اس کو اس عدل پروری کے عوض انعام و اکرام بھی دیا کرتا تھا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ نمیر مدنی کہتے ہیں ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ طیبہ میں آیا اس وقت وہاں کے قاضی محمد بن عمران طلحی تھے اور میں ان کا کاتب تھا چند شتربانوں نے کسی معاملہ میں منصور پر نالش کردی قاضی صاحب نے مجھے سمن جاری کرنیکا حکم صادر فرمایا میں نے عذر کیا تو پھر بتاکید فرمایا آخر میں نے باضابطہ سمن لکھکر اس پر مہر کردی قاضی محمد بن عمران نے کہا کہ اس کو لیکر بھی تمہیں جاؤ میں اس کو ربیع کے پاس لیکر گیا اور ربیع نے منصور کے پاس جاکر امرِ واقعہ کی اطلاع دی جب ربیع خلیفہ کے پاس سے واپس آیا تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں عدالت میں طلب کیا گیا ہوں میرے ساتھ کوئی شخص نہ جانے پائے۔ چنانچہ خلیفہ اور ربیع دونوں عدالت میں حاضر ہوئے اور خلیفہ کی تعظیم و تکریم کو ہم میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ بلکہ منصور کی چادر گر پڑی تو وہ بھی اس نے خود ہی اٹھالی آخر مقدمہ کی سماعت ہونے پر منصور کے خلاف مقدمہ فیصل کر دیا گیا جب مقدمہ سے فارغ ہوگئے تو منصور نے کہا کہ خداوند تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے میں تجھے اس انصاف کے عوض میں دس ہزار دینار دیتا ہوں اسی طرح منصور نے اپنی زندگی کے آخر لمحہ میں جو نصیحتیں اپنے لخت جگر مہدی کو کی ہیں وہ قابل یادداشت ہیں اور اس لائق ہیں کہ موجودہ زمانہ کی حکومتیں بھی اس پر عامل ہوں وہ یہ ہے کہ اے میرے پیارے بیٹے کوئی خلیفہ بغیر تقوی کے خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور کوئی بادشاہ بغیر اطاعتِ رعایا کے قائم نہیں رہ سکتا

کوئی رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کرسکتی سب سے بہتر والی شخص وہ ہے جو باوجود قدرت کے معاف کرے اور سب سے بے وقوف وہ ہے جو ظالم ہو کسی امر میں بلا غور و فکر کا ارادہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ غور و فکر آدمی کے لئے بمنزلہ آئینہ کے ہے اور اس میں اپنا حسن و قبح معلوم ہو جاتا ہے بیٹا ہمیشہ نعمت خداوندی کا شکریہ ادا کرتے رہنا اور باوجود قدرت کے معاف کرنا۔ یاد رکھو اطاعت تالیف قلوب سے حاصل ہوتی ہے فتحیابی کے بعد ہمیشہ تواضع اور رحمت اختیار کرنا ان تمام واقعات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ خداوند عزاسمہ نے خلیفہ منصور کو عدل و انصاف کے وہ زرین لباس میں ملبوس کیا تھا کہ جس کی چمک و دمک اقوام عالم کی نظر عدل کو خیرہ کئے ہوئی تھی۔ اور اس کے عدل کی ضو پاشیوں کے سامنے آفتاب عالمتاب شرمندہ و ماند پڑا ہوا تھا اس کے بعد خلیفہ مہدی کا دور سلطنت شروع ہوتا ہے یہ خلیفہ بھی عدل و انصاف کا بہت ہی دلدادہ تھا چنانچہ قاضیوں کو فیصلہ کے لئے اپنے سامنے بیٹھاتا تھا اہل معاملہ وہاں بے تکلف جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے خود اس کے اوپر دعوے کئے قاضیوں نے ان کے حقوق دلوائے اور مہدی نے بے چون و چرا ان کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کردیا جب دو جھگڑنے والے اس کے پاس آتے تھے تو ان کے معاملہ میں بہت تفتیش و کرید سے کام لیتا تھا کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ مبادا بے انصافی کے ساتھ فیصلہ ہو جائے چنانچہ ایک مرتبہ اہل بصرہ کے درمیان دو گروہوں میں ایک نہر کے متعلق جھگڑا ہوگیا ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ یہ نہر تمام مسلمانوں کے قبضہ میں خداوند تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے لہذا کسی ایک شخص کو اس کی ملکیت کا حق نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کوئی فرد واحد اسکو فروخت کرسکتا ہے اور اگر کوئی فروخت کرے تو اس کا زر ثمن تمام مسلمانوں پر تقسیم ہونا چاہئے یا تمام مسلمانوں کے مصالح میں خرچ ہونا چاہئے۔ دوسرے فریق کا مطالبہ تھا کہ یہ نہر ہمارے قبضہ میں ہونی چاہئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو نہر مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اس زمین والے کا حق ہوتی ہے اور چونکہ ہماری زمین مردہ ہے اس لئے محض ہمارا ہی حق ہے۔ خلیفہ مہدی آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک سنکر اسقدر تعظیم کو جھکا کہ اس کا چہرہ زمین سے ملگیا اور کہا کہ جو حدیث شریف تم نے بیان کی ہے وہ ہمارے لئے قابل اتباع ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا زمین فی الواقع مردہ تھی یا نہیں میں اسکو تسلیم نہیں کرسکتا کیونکہ اس زمین کے گرد قدرتی طور پہ پانی محیط ہے پھر یہ کس طرح مردہ ہوسکتی ہے ہاں اگر اس پر تم گواہ قائم کرو تو میں تسلیم کرلونگا۔

خلیفہ مامون بہت بڑا عادل اور حاکموں کو عدل کی تاکید کرنیوالا تھا چنانچہ جب بغداد میں آتا تو ظہر کے وقت تک عدالت میں بیٹھکر لوگوں کا انصاف اور مظلوموں کی داد رسی کیا کرتا تھا۔ خطیب یحی بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ کریم کسی شخص کو نہیں دیکھا میں ایک رات اس کے کمرہ میں سوگیا ابھی میری پوری طرح آنکھ بھی لگنے نہ پائی تھی کہ اتفاق سے مامون کو کھانسی اٹھی اس نے اس خیال سے کہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے اور نیند میں خلل پڑے اپنی قمیص کی آستین سے منہ بند کرلیا اور کہنے لگا کہ عدل کی ابتدا یہ ہے کہ اول اپنے دلی دوست سے پھر ان سے کم درجہ والوں سے حتیٰ کہ ادنیٰ و ارذل شخص سے بھی عدل کرنے لگے مامون نے ایک روز بیان کیا کہ میں اتنا کسی شخص سے لاجواب نہیں ہوا جتنا کہ اہل کوفہ کے ایک شخص سے ہوا تھا کہ وہ اہل کوفہ کو لیکر آیا اور عامل کی شکایت کرنے لگا۔ میں نے کہا تو جھوٹا ہے وہ تو بڑا عادل شخص ہے اس نے کہا امیر المومنین نے سچ فرمایا اور میں واقعی جھوٹا ہوں مگر اس عامل کو ہمارے شہر ہی کے لئے کیوں مخصوص فرمایا کسی دوسرے شہر میں کیوں نہیں متعین کیا گیا تاکہ

دوسرے شہروں کو عدل و انصاف سے بھر دے جیسا کہ ہم کو انصاف سے بھر رکھا ہے میں نے آخر مجبور ہو کر یہی کہا کہ اچھا جاؤ مگس معزول کر دیا ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مامون میں عدل و انصاف کی کیسی زبردست طاقت پائی جاتی تھی۔

المتوکل علی اللہ بھی بہت بڑا عادل تھا چنانچہ اس کے عدل کی کیفیت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے ۲۳۷ھ میں گورنر مصر کو لکھ بھیجا کہ ابو بکر محمد بن لیث قاضی القضاۃ کی ڈاڑھی منڈا کر اور گدھے پر چڑھا کر اس کی تشہیر کرے اور اس کو تازیانے مارے دراصل وہ تھا بھی اسی لائق کیونکہ لوگ اس کے ظلم سے تنگ آ گئے تھے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس کو معزول کر کے شہر میں تشہیر کرائی گئی اور روزانہ بیس کوڑے لگوائے گئے اور اس کے بجائے حارث بن مسکین کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔

المنتصر باللہ نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی عدل و انصاف کی روشنی اپنے ممالک محروسہ میں اسقدر پھیلائی کہ جس کی وجہ سے لوگ باوجود اس کی ہیبت کے اس کی طرف مائل ہو گئے یہ شخص حلیم اور کریم بھی اعلیٰ درجہ کا تھا اس کے زریں اقوال میں سے یہ ہے کہ لذت عفو لذت سزا سے زیادہ شیریں ہے صاحب قدرت کے لئے انتقام لینا ایک شرمناک فعل ہے۔

المعتضد باللہ کے ہاتھ میں جسوقت عنان سلطنت آتی ہے تو وہ تمام فتنہ و فساد کی بیخ و بن اکھیڑ پھینکتا ہے اور عدل و انصاف کے شیریں چشمہ سے تمام رعایا کو سیراب کر دیتا ہے جس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے عبداللہ کہتے ہیں کہ معتضد ایک روز شکار کے لئے چلا میں اس کے ساتھ تھا جب ہم ایک ککڑی کے کھیت سے گذرے تو رکھوالے نے فریادیوں کے طور پر آواز دی معتضد نے دریافت کیا کہ کیا ہے اس نے کہا آپ کے تین غلاموں نے آ کر کھیت خراب کر دیا تھا معتضد نے ان غلاموں کو پکڑ بلایا اور اگلے روز اسی کھیت کے کنارے پر ان کو قتل کرا دیا پھر مدت کے بعد ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ سچ کہنا لوگ پوری طرح مجھ سے خوش کیوں نہیں ہیں میں نے کہا محض اس لئے کہ آپ خونریز ہیں معتضد نے کہا واللہ جب سے میں تخت خلافت پر بیٹھا ہوں کبھی میں نے ناحق خون نہیں کیا میں نے کہا احمد بن طیب کو آپ نے کس لئے قتل کرا دیا تھا معتضد نے کہا کہ وہ مجھے الحاد کی طرف بلاتا تھا میں نے کہا اچھا ان تینوں غلاموں کو آپ نے کھیت کے اوپر بے گناہ قتل کرا دیا تھا۔ معتضد نے کہا واللہ میں نے تحقیقات کے بعد انھیں قتل کرا دیا ہے کیونکہ وہ قاتل اور چور بھی تھے۔

ظاہر باللہ جسوقت خلیفہ ہوا تو اس قدر عدل و انصاف کیا کہ اس کے سوا سنت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق جو عدل و انصاف کے متعلق تھی کسی نے ادا نہیں کی اگر کہا جائے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے بعد اس جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو بالکل صحیح و درست ہے اس نے وہ تمام املاک اور اموال جو باپ دادوں نے ضبط کئے تھے یا اپنے کام میں لگا لئے تھے مستحقین کو واپس کر دیئے تمام ممالک کے کل ٹیکس معاف کر دیئے اور یہ حکم دیا کہ جو قدیم میں خراج تھا وہی خراج تمام عراق سے وصول کیا جائے اور بس اور جو کچھ والد صاحب نے اضافہ کر دیا تھا وہ ترک کر دیا جائے اور یہ رقم ایک بہت بڑی مقدار میں تھی چنانچہ خلفاء قدیم میں عراق سے دس ہزار دینار وصول ہوتے تھے مگر اس کے باپ نے بڑھا کر اسی ہزار کر دیئے تھے اس سے معاف شدہ رقم کا خود اندازہ ہوتا ہے کہ کسقدر رقم معاف کی گئی۔ چنانچہ خلیفہ نے بھی دس ہزار رہنے دیئے اور باقی تمام کو معاف کر دیئے اس کے بعد رعایا لوگ پھر آئے اور انھوں نے آ کر استغاثہ کیا کہ ہمارے ملکوں کے اکثر درخت سوکھ گئے ہیں کچھ اور کمی ہونی چاہیئے اس پر دربار خلافت سے حکم نافذ ہوا کہ صرف سبز اور سالم درختوں پر محصول لیا جائے اور باقی معاف

کردیا جاسکتا اس خلیفہ کے عدل کا اندازہ اس حکایت سے ہوسکتا ہے کہ خزانہ کی ترازو کے ایک پلڑے میں ایک قیراط کی زیادتی تھی خزانہ کے اہلکار چیز لیتے وقت ہلکے پلڑے کی طرف تول لیتے تھے اور دیتے وقت بھاری پلڑے کی طرف تول کر دیتے تھے جس وقت یہ اطلاع ظاہر بامر اللہ کو ملی تو اس نے وزیر کو ایک تہدید آمیز خط جس کے اول میں چند آیات قرآنی جو کم تولنے والوں کے متعلق آئی ہیں (ویل للمطففین) لکھدی اور حکم دیا کہ ہم کو ایسی ایسی اطلاعات ملی ہیں اگر یہ سچ ہیں تو عامل خزانہ کو چاہیئے کہ لوگوں کو بلا کم و کاست وزن کر کے پورا کر دیا جائے وزیر نے جواب میں لکھا کہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ خرابی مدت سے چلی آتی ہے جس کا حساب ہم نے لگا کر دیکھا ہے تو پینتیس[۳۵] ہزار دینار ہمیں لوگوں کو دینے پڑیں گے (وزیر کا مقصود یہ تھا کہ خلیفہ رقم کثیر سنکر باز آجاویں گے) لیکن خلیفہ نے وزیر کو جواب میں لکھا کہ اگر پینتیس[۳۵] کروڑ دینا بھی دینے پڑیں تو کچھ حرج نہیں اسی طرح ایکمرتبہ واسطہ سے ایک دفتر کا افسر آیا جس کے پاس ایک لاکھ دینار موجود تھے جن کو اس نے ظلم سے پیدا کئے تھے۔ دار الخلافت سے حکم ہوا کہ یہ تمام مال مستحقین کو واپس کر دیا جائے۔ الغرض خلفائے عباسیہ میں بیشتر خلیفہ ایسے گذرے ہیں کہ جنھوں نے اپنے ایام سلطنت میں عدل و انصاف کی ایسی بارش برسائی ہے کہ آج تک تاریخ کے صفحات شاداب ہیں میں نے چند خلفا کی عدل گستری چند واقعات کے ضمن میں پیش کی ہے جس سے قارئین کرام پر واضح ہوجائیگا کہ خداوند تعالیٰ نے خلفائے عباسیہ میں عدل و انصاف کا مادہ کسقدر رکھا تھا۔ فقط۔

فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(از مولوی محمد محبوب الرحمٰن ڈھاکوی متعلم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لوگوں کے خیالات تین قسموں پر منقسم ہیں ایک فریق کا خیال ہے کہ (نعوذ باللہ) آنحضور صلعم کا رتبہ ایک معمولی انسان کی طرح ہے۔ دوسرے فریق کا خیال ہے کہ آنحضور صلعم حقیقت میں بشر نہ تھے بلکہ وہی احد لباس محمد میں ملبوس ہوکر قفس عنصری میں حلول ہوکر مکہ معظمہ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ یہ دونوں حد سے متجاوز ہیں۔ تیسرے فریق کا خیال ہے کہ آنحضور صلعم بشر بھی ہیں اور نبی آخر الزماں ہوکر مخلوق کے معلم برحق بھی ہیں میری تحریر تیسرے فریق کے ماتحت ہوگی۔

جب دنیا قعر ضلالت و جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا۔ خالقیت اور مخلوقیت کی باہمی نسبت صفحۂ ہستی سے عنقا ہوچکی تھی۔ خالق حقیقی کی عبادت محض ایک رسمی چیز تصور کی جاتی تھی۔ عین اس وقت خدائے قدوس کی قدرت جوش میں آتی ہے اور سرور کائنات تاجدار مدینہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شمع ہدایت بنا کر مخلوق خدا کو راہ ضلالت سے نور اسلام کی طرف بلانے کیلئے سرزمین عرب میں مبعوث کرتی ہے۔ آنحضور صلعم کی بعثت سے قبل عرب کی جو حالت تھی وہ کتب تواریخ کے اوراق میں روز روشن کی طرح درخشاں ہے۔ آپ منصب نبوت پر مامور ہوتے ہی تمام جہالت و بربریت کو یک لخت حرف غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں۔